قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفَضل لندن

مدیر۔ ابو سعید

Online Edition

ہفتہ 29 اگست 2020ء | 10محرم الحرام 1442 ہجری قمری | جلد:2 | شمارہ:205

فرمانِ رسول ﷺ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا کہ یا رسول اللہ! کیا وَالَّذِیۡنَ یُؤۡتُوۡنَ مَاۤ اٰتَوۡا وَّقُلُوۡبُہُمۡ وَجِلَۃٌ (المومنون: 62) کا مطلب یہ ہے کہ انسان جو کچھ چاہے کرے مگر خدا تعالیٰ سے ڈرتا رہے؟ تو آپؐ نے فرمایا: نہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان نیکیاں کرے مگر اس کے ساتھ خدا تعالیٰ سے بھی ڈرتا رہے۔

(ماخوذ از مسند احمد بن حنبل جلد 8 صفحہ 296-297 مسند عائشہؓ حدیث: 25777 مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

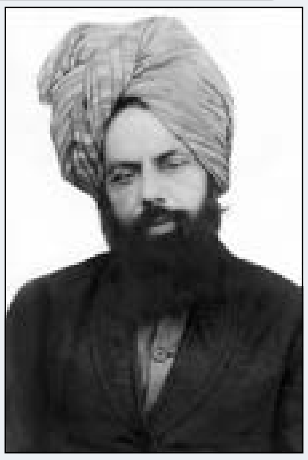

خشیت اللہ رکھنے والے حقیقی عالم ہیں

’’اَللّٰہ جَلَّ شَانُہٗ سے وہ لوگ ڈرتے ہیں جو اس کی عظمت اور قدرت اور احسان اور حسن اور جمال پر علم کامل رکھتے ہیں خشیت اور اسلام درحقیقت اپنے مفہوم کے رُو سے ایک ہی چیز ہے کیونکہ کمال خشیت کا مفہوم اسلام کے مفہوم کو مستلزم ہے۔ پس اس آیتِ کریمہ کے معنوں کا مآل اور ماحصل یہی ہوا کہ اسلام کے حصول کا وسیلہ کاملہ یہی علم عظمت ذات وصفات باری ہے‘‘۔

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 185)

’’انسان کی خاصیت اکثر اور اغلب طور پر یہی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی نسبت علم کامل حاصل کرنے سے ہدایت پالیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا (فاطر: 29)۔ ہاں جو لوگ شیطانی سرشت رکھتے ہیں وہ اس قاعدہ سے باہر ہیں‘‘۔

(حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن۔ جلد 22۔ صفحہ 122)

’’علم سے مراد منطق یا فلسفہ نہیں ہے بلکہ حقیقی علم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے عطا کرتا ہے۔ یہ علم اللہ تعالیٰ کی معرفت کا ذریعہ ہوتا ہے اور خشیت الٰہی پیدا ہوتی ہے۔ جیسا کہ قرآنِ شریف میں ہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا (فاطر: 29) اگر علم سے اللہ تعالیٰ کی خشیت میں ترقی نہیں ہوتی تو یاد رکھو کہ وہ علم ترقی معرفت کا ذریعہ نہیں ہے۔

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 195۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

’’یاد رکھو لغزش ہمیشہ نادان کو آتی ہے۔ شیطان کو جو لغزش آئی وہ علم کی وجہ سے نہیں بلکہ نادانی سے آئی۔ اگر وہ علم میں کمال رکھتا تو لغزش نہ آتی۔ قرآنِ شریف میں علم کی مذمّت نہیں بلکہ اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا (فاطر: 29) ہے۔‘‘ پھر فرمایا: ’’اور نیم مُلّاں خطرۂ ایمان مشہور مثل ہے۔ پس میرے مخالفوں کو علم نے ہلاک نہیں کیا بلکہ جہالت نے۔

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 223۔ ایڈیشن 2003ء۔ مطبوعہ ربوہ)

’’علماء کے لفظ سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے۔ عالِم وہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے۔ اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا (فاطر: 29) یعنی بیشک جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں، اُس کے بندوں میں سے وہی عالِم ہیں۔ ان میں عبودیت تامہ اور خَشۡیَۃُ اللّٰہ اس حد تک پیدا ہوتی ہے کہ وہ خود اللہ تعالیٰ سے ایک علم اور معرفت سیکھتے ہیں اور اُسی سے فیض پاتے ہیں اور یہ مقام اور درجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع اور آپ سے پوری محبت سے ملتا ہے یہاں تک کہ انسان بالکل آپؐ کے رنگ میں رنگین ہو جاوے‘‘۔

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 433-434۔ ایڈیشن 2003ء۔ مطبوعہ ربوہ)

ارشاد باری تعالیٰ

اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَزِیۡزٌ غَفُوۡرٌ

(فاطر: 29)

ترجمہ: یقیناً اللہ کے بندوں میں سے اُس سے وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔ یقیناً اللہ کامل غلبہ والا (اور) بہت بخشنے والا ہے۔

فرمان خلیفہ وقت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانوں میں سے ہم پر ایک بہت بڑا احسان یہ بھی ہے کہ دعاؤں کو مانگنے کے طریقے بھی ہمیں سکھائے۔ ایک دعا کا ذکر احادیث میں اس طرح ملتا ہے جو دراصل تو ہمارے لئے ہی ہے۔ ہم میں سے ہر ایک کو یہ دعا کرنی چاہئے۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوں دعا کیا کرتے تھے کہ اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَعُوۡذُبِکَ مِنۡ قَلۡبٍ لَا یَخۡشَعُ وَدُعَآءٍ لَا یُسۡمَعُ وَمِنۡ نَّفۡسٍ لَا تَشۡبَعُ وَمِنۡ عِلۡمٍ لَا یَنۡفَعُ۔ اَعُوۡذُبِکَ مِنۡ ھٰٓؤُلَآءِ الۡاَرۡبَعِ۔ کہ اے اللہ! مَیں تیری پناہ چاہتا ہوں ایسے دل سے جو خشوع نہیں کرتا۔ اور ایسی دعا سے جو سنی نہیں جاتی۔ اور ایسے نفس سے جو سیر نہیں ہوتا۔ اور ایسے علم سے جو نفع رساں نہیں ہے۔ مَیں تجھ سے ان چاروں سے پناہ چاہتا ہوں۔

(سنن الترمذی کتاب الدعوات باب 68 حدیث: 3482)

اللہ تعالیٰ کرے کہ ہم اس دعا کو سمجھنے والے بھی ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اَور دعا بھی پیش کرتا ہوں۔ یہ جو دعا ہے عاجزی اور خَشۡیَۃُ اللّٰہ کی اُن بلندیوں تک پہنچی ہوئی ہے جو آپؐ کی خشیت کا ایک کامل نمونہ ہے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر دعا کرتے ہوئے آپؐ نے اپنے مولیٰ کے حضور عرض کیا کہ اے اللہ! تُو میری باتوں کو سنتا ہے اور میرے حال کو دیکھتا ہے۔ میری پوشیدہ باتوں اور ظاہری امور سے تو خوب واقف ہے۔ میرا کوئی بھی معاملہ تجھ پر کچھ بھی تو مخفی نہیں۔ مَیں ایک بدحال فقیر اور محتاج ہوں۔ تیری مدد اور پناہ کا طالب، سہما اور ڈرا ہوا، اپنے گناہوں کا اقراری ہوں اور معترف ہو کر مَیں تیرے پاس آیا ہوں۔ میں تجھ سے ایک عاجز مسکین کی طرح سوال کرتا ہوں۔ تیرے حضور مَیں ایک ذلیل گنہگار کی طرح زاری کرتا ہوں۔ ایک اندھے نابینا کی طرح خوفزدہ تجھ سے دعا کرتا ہوں۔ میری گردن تیرے آگے جھکی ہوئی ہے۔ میرے آنسو تیرے حضور بہ رہے ہیں۔ میرا جسم تیرا مطیع ہو کر سجدے میں گرا پڑا ہے اور ناک خاک آلودہ ہے۔ اے اللہ! تُو مجھے اپنے حضور دعا کرنے میں بدبخت نہ ٹھہرا دینا۔ میرے ساتھ مہربانی اور رحم کا سلوک فرمانا۔ اے وہ جو سب سے زیادہ التجاؤں کو قبول کرتا ہے اور سب سے بہتر عطا فرمانے والا ہے، میری دعا قبول کر لینا۔

(المعجم الکبیر للطبرانی جلد 11 صفحہ 140 عطاء عن ابن عباس حدیث: 11405 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی)

بقیہ صفحہ 8 پر

اس شمارہ میں

- دربارِ خلافت
- عالمی ادب سے انتخاب (منظوم)
- ظہور امام مہدی اور تبلیغ
- حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب دردؓ (مرحوم)

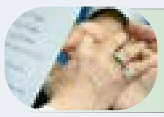

دربارِ خلافت

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

پس آپ (حضرت مسیح موعودؑ) پر الزام لگانے والوں کے الزام کہ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو گرایا ہے۔ جبکہ آپ تو فرما رہے ہیں کہ جو مقام مجھے ملا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق اور محبت اور آپ کی کامل پیروی کے ذریعہ سے ملا۔ جس کو دنیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام گرانے والا سمجھتی ہے وہی حقیقی عاشق صادق ہے جس نے حقیقی پیروی کی اور پھر اللہ تعالیٰ نے بھی ایسا نوازا کہ اپنے حبیب سے محبت کرنے کی وجہ سے اپنا بھی محبوب بنا لیا۔

اس کامل پیروی کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے جو کام آپ کے سپرد فرمایا اس کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ:

’’مجھے بھیجا گیا ہے تا کہ مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کھوئی ہوئی عظمت کو پھر قائم کروں اور قرآن شریف کی سچائیوں کو دنیا کو دکھاؤں اور یہ سب کام ہو رہا ہے۔ لیکن جن کی آنکھوں پر پٹّی ہے وہ اس کو دیکھ نہیں سکتے‘‘۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 14۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پھر ایک جگہ اس آیت کی وضاحت فرماتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ:

’’ان کو کہہ دو کہ اگر تم چاہتے ہو کہ محبوبِ الٰہی بن جاؤ اور تمہارے گناہ بخش دیئے جاویں تو اس کی ایک ہی راہ ہے کہ میری اطاعت کرو‘‘۔ (یہ جو آیت ہے اس کا ترجمہ ہے۔) آپ فرماتے ہیں ’’کیا مطلب کہ میری پیروی ایک ایسی شئے ہے جو رحمت الٰہی سے ناامید ہونے نہیں دیتی۔ گناہوں کی مغفرت کا باعث ہوتی اور اللہ تعالیٰ کا محبوب بنا دیتی ہے‘‘۔ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی جو ہے وہ کی جائے تو وہ گناہوں کی مغفرت کا باعث بنتی ہے اور نہ صرف یہ بلکہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بنا دیتی ہے۔) آپ فرماتے ہیں کہ ’’اور تمہارا یہ دعویٰ کہ ہم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں اسی صورت میں سچا اور صحیح ثابت ہو گا کہ تم میری پیروی کرو‘‘۔ (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرو۔) فرماتے ہیں کہ ’’اس آیت سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ انسان اپنے کسی خود تراشیدہ طرزِ ریاضت و مشقت اور جَپ تَپ سے اللہ تعالیٰ کا محبوب اور قربِ الٰہی کا حقدار نہیں بن سکتا۔ انوار و برکاتِ الٰہیہ کسی پر نازل نہیں ہوسکتیں جب تک وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں کھویا نہ جاوے۔ اور جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں گم ہو جاوے اور آپ کی اطاعت اور پیروی میں ہر قسم کی موت اپنی جان پر وارد کر لے اس کو وہ نورِ ایمان، محبت اور عشق دیا جاتا ہے جو غیر اللہ سے رہائی دلا دیتا ہے اور گناہوں سے رستگاری اور نجات کا موجب ہوتا ہے۔ اِسی دنیا میں وہ ایک پاک زندگی پاتا ہے اور نفسانی جوش و جذبات کی تنگ و تاریک قبروں سے نکال دیا جاتا ہے۔ اسی کی طرف یہ حدیث اشارہ کرتی ہے۔‘‘ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ) ’’اَنَا الْحَاشِرُ الَّذِیْ یُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰی قَدَمِیْ۔ یعنی میں وہ مُردوں کو اٹھانے والا ہوں جس کے قدموں پر لوگ اٹھائے جاتے ہیں‘‘۔ (ملفوظات جلد 2 صفحہ 183۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)۔ روحانی مُردوں کو زندہ کرنے والے ہیں۔ آپ کے پیچھے چلنے والے اللہ تعالیٰ کے محبوب بننے والے ہیں۔ پھر ایک جگہ آپ اس کی وضاحت کرتے ہوئے مزید فرماتے ہیں کہ:

’’سعادتِ عُظمیٰ کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک ہی راہ رکھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی جاوے۔ جیسا کہ اس آیت میں صاف فرما دیا ہے قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ۔ یعنی آؤ میری پیروی کرو تا کہ اللہ بھی تم کو دوست رکھے۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ رسمی طور پر عبادت کرو۔ اگر حقیقتِ مذہب یہی ہے تو پھر نماز کیا چیز ہے۔ اور روزہ کیا چیز ہے۔ خود ہی ایک بات سے رکے اور خود ہی کر لے‘‘۔ (رسمی نمازیں نہیں ہیں۔ نمازیں اس طرح ادا کرو جو اُن کا حق ہے۔ جو ان کے اوقات ہیں اس کی پابندی کرنی ضروری ہے اور پھر اس طرح عبادت کرو کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوئے ہو ورنہ تو یہ ساری رسمی عبادتیں ہیں)۔ فرمایا کہ ’’اسلام محض اس کا نام نہیں ہے۔ اسلام تو یہ ہے کہ بکرے کی طرح سر رکھ دے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا مرنا، میرا جینا، میری نماز، میری قربانیاں اللہ ہی کے لئے ہیں اور سب سے پہلے مَیں اپنی گردن رکھتا ہوں‘‘۔

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 186۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پس حقیقی پیروی کرنے والے اپنی عبادتوں کے بھی معیار بلند کرتے ہیں۔ پس ہم میں سے ہر ایک کو اپنا جائزہ لینا چاہئے کہ اس لحاظ سے بھی ہمیں ضرورت ہے ورنہ ہمارا بھی پیروی کا دعویٰ کھوکھلا دعویٰ ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل موحّد ہونے کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ ’’اے رسول! تُو ان لوگوں کو کہہ دے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اِتّباع کرو‘‘۔ (یہ آیت کا ترجمہ ہے۔) فرمایا کہ ’’اللہ تعالیٰ تم کو اپنا محبوب بنا لے گا‘‘۔ فرماتے ہیں کہ ’’آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اِتّباع انسان کو محبوب الٰہی کے مقام تک پہنچا دیتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کامل موحّد کا نمونہ تھے‘‘۔

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 115۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)۔

بقیہ صفحہ 3 پر

عالمی ادب سے انتخاب

نادر کاکوروی کا پورا نام شیخ نادر علی تھا۔ وہ کاکوروی کے مشہور عباسی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ 1867ء میں پیدا ہوئے۔ اُن کے والد کا نام شیخ حامد علی اور دادا کا شیخ طالب علی تھا۔ نادرؔ کی شاعری کی عمر بہت کم رہی کیونکہ 20 اکتوبر 1912ء کو پینتالیس برس کی عمر میں ان کا انتقال ہوگیا، لیکن وہ اپنے زمانے کے اچھے پڑھے لکھے، باوضع، نیک، شگفتہ مزاج، ملنسار اور محبِ وطن انسان تھے۔ انگریزی زبان و ادب کے رموز و نکات سے خوب واقف تھے، انھوں نے لارڈ بائرن اور سر ٹامس کی بعض انگریزی نظموں کے نہایت لاجواب منظوم ترجمے کیے۔ ان کے کلام کا مجموعہ (جذباتِ نادر) کے نام سے دو حصوں میں شائع ہو چکا ہے۔

اکثر شبِ تنہائی میں
کچھ دیر پہلے نیند سے
گزری ہوئی دلچسپیاں
بیتے ہوئے دن عیش کے
بنتے ہیں شمعِ زندگی
اور ڈالتے ہیں روشنی
میرے دلِ صد چاک پر

وہ بچپن اور وہ سادگی
وہ رونا وہ ہنسنا کبھی
پھر وہ جوانی کے مزے
وہ دل لگی وہ قہقہے
وہ عشق وہ عہدِ وفا
وہ وعدہ اور وہ شکریہ
وہ لذتِ بزمِ طرب
یاد آتے ہیں ایک ایک سب

دل کا کنول جو روز و شب
رہتا شگفتہ تھا سو اَب
اس کا یہ ابتر حال ہے
اک سبزۂ پامال ہے
اک پھول کملایا ہوا
ٹوٹا ہوا بکھرا ہوا
روندا پڑا ہے خاک پر

یوں ہی شبِ تنہائی میں
کچھ دیر پہلے نیند سے
گزری ہوئی ناکامیاں
بیتے ہوئے دن رنج کے
بنتے ہیں شمعِ بےکسی
اور ڈالتے ہیں روشنی
ان حسرتوں کی قبر پر

جو آرزوئیں پہلے تھیں
پھر غم سے حسرت بن گئیں
غم دوستوں کی فوت کا
ان کی جواناں موت کا

لے دیکھ شیشے میں مرے
ان حسرتوں کا خون ہے
جو گردشِ ایام سے
جو قسمتِ ناکام سے
یا عیشِ غمِ انجام سے
مرگِ بتِ گلفام سے
خود میرے غم میں مر گئیں
کس طرح پاؤں میں حزیں
قابو دلِ بےصبر پر

جب آہ ان احباب کو
میں یاد کر اٹھتا ہوں جو
یوں مجھ سے پہلے اٹھ گئے
جس طرح طائر باغ کے
یا جیسے پھول اور پتیاں
گر جائیں سب قبل از خزاں
اور خشک رہ جائے شجر

اس وقت تنہائی مری
بن کر مجسم بےکسی
کر دیتی ہے پیشِ نظر
ہو حق سا اک ویران گھر
ویران جس کو چھوڑ کے
سب رہنے والے چل بسے
ٹوٹے کواڑ اور کھڑکیاں
چھت کے ٹپکنے کے نشاں
پرنالے ہیں روزن نہیں
یہ ہال ہے، آنگن نہیں
پردے نہیں، چلمن نہیں
اک شمع تک روشن نہیں
میرے سوا جس میں کوئی
جھانکے نہ بھولے سے کبھی
وہ خانۂ خالی ہے دل
پوچھے نہ جس کو دیو بھی
اجڑا ہوا ویران گھر

یوں ہی شب تنہائی میں
کچھ دیر پہلے نیند سے
گزری ہوئی دلچسپیاں
بیتے ہوئے دن عیش کے
بنتے ہیں شمعِ زندگی
اور ڈالتے ہیں روشنی
میرے دل صد چاک پر

(نادر کاکوروی)

اداریہ

ظہور امام مہدی اور تسبیح

کچھ عرصہ قبل خاکسار نے اپنے ایک اداریہ میں لکھا تھا کہ قرآن کریم کے آخری حصے کا مطالعہ کریں جہاں ظہور امام مہدی کی علامات کا ذکر ہے تو وہاں یتامیٰ، مساکین اور غرباء کے ساتھ حسن سلوک کرنے، ان کے حقوق ادا کرنے اور ان کا خیال رکھنے کا ذکر کثرت سے ملتا ہے۔ اس کی شاید یہ وجہ ہو کہ یہ آخری دور آپا تاپی کا دور ہونا تھا اس لئے اپنے سے کم مرتبہ کے لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم دی گئی تا جو اس میدان میں کمی واقع ہونی تھی اس کو حضرت امام مہدی علیہ السلام ازسرنو ثریا سے اُتار کر اپنے ماننے والوں کے دلوں میں راسخ کریں گے۔

میرے ایک برخوردار عزیزم زاہد محمود نے میرے ایسے اداریوں کو پڑھ کر سیدنا مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا ایک اقتباس مہیا کیا ہے جو تفسیر کبیر جلد 8 صفحہ 389-390 سے لیا گیا ہے۔ جو آپؓ نے سورۃ الاعلیٰ کے تمہیدی نوٹ میں تحریر فرمایا ہے۔

حضورؓ نے یہ تحریر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جہاں امام مہدی کا ذکر کیا ہے وہاں تسبیح و تحمید کا ذکر ملتا ہے۔ اس میں بھی شاید یہ حکمت اور وجہ تھی کہ آخری دور میں لوگ اللہ تعالیٰ کو بھول جائیں گے اور اپنے اوپر ہونے والے افضال کو اپنی ہی محنت اور کوشش کا نتیجہ مانیں گے۔ کرونا وائرس کے دوران ہم نے خود بھی محسوس کیا اور سوشل میڈیا، الیکٹرنک و پرنٹ میڈیا نے بھی اس بات کو محسوس کیا اور برملا اس امر کا اظہار کیا کہ لوگ خدا کو بھول چکے تھے۔ ہستی باری تعالیٰ پر یقین اٹھتا جارہا تھا۔ توحید باری تعالیٰ پر بھی ایمان مستحکم نہ رہا تھا۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے ایک جھٹکا دے کر اپنی یاد تازہ کروائی ہے اور اپنے وجود کے ہونے کا اظہار فرمایا ہے۔

آج حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے اسی اقتباس کو اداریہ کا حصہ بنایا جارہا ہے تا احمدی کثرت کے ساتھ اپنے خالق حقیقی کی تسبیح و تحمید و تقدیس کریں۔ اس خدا کا شکر بھی ادا کریں جس نے ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آنحضور ﷺ کا سلام پہنچانے کی توفیق دے کر تسبیح و تحمید کے سامان کثرت سے پیدا کئے۔

آپؓ تحریر فرماتے ہیں:

’’یہ بھی ایک عجیب بات ہے کہ جن سورتوں میں مسیح موعودؑ کا ذکر آتا ہے اُن میں تسبیح کا خاص طور پر ذکر آتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح موعودؑ کے ساتھ تسبیح کا کوئی خاص جوڑ ہے۔ یہ تو نہیں کہ جہاں بھی مسیح موعودؑ کا ذکر آیا ہو وہاں تسبیح کا بھی ذکر ہو بلکہ وہ سورتیں جن میں خصوصیّت کے ساتھ مسیح موعودؑ کا ذکر کیا گیا ہے اُن سورتوں میں تسبیح کا بھی خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ مسیح موعودؑ کا خاص طور پر ذکر سورۂ صف۔ سورۂ جمعہ اور سورۃ الاعلیٰ میں آتا ہے۔ بعض اور سورتیں بھی ہیں جن میں مسیح موعود کا ذکر آتا ہے جیسے اِس سے پہلی تین چار سورتوں کی تفسیر میں بیان ہو چکا ہے لیکن اِن سورتوں میں خصوصیّت کے ساتھ مسیح موعودؑ کا ذکر آتا ہے۔ اِن میں سے سورۂ صف کو سَبَّحَ سے شروع کیا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ پھر سورۂ جمعہ کو يُسَبِّحُ سے شروع کیا گیا ہے۔ فرماتا ہے يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ اور سورۃ الاعلیٰ کو سَبِّحْ سے شروع کیا گیا ہے۔ فرماتا ہے سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى گویا تینوں افعال کا استعمال کیا گیا ہے۔ ماضی۔ مستقبل اور امر۔ سَبَّحَ خالص ماضی پر دلالت کرتا ہے۔ يُسَبِّحُ حال اور استقبال دونوں پر دلالت کرتا ہے۔۔ کیونکہ مضارع کے معنوں میں حال کا مفہوم پایا جاتا ہے اور استقبال کا بھی۔ اور امر ہمیشہ استقبال کے متعلق ہوتا ہے۔ جب ہم کہتے ہیں تُو ایسا کر تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ اس کام کو اس وقت نہیں کر رہا بلکہ ہمارے کہنے کے بعد کرے گا۔ پس امر ہمیشہ استقبال کے زمانہ پر دلالت کرتا ہے۔ پس اِن تینوں صیغوں یعنی مضارع اور امر کو استعمال کر کے تینوں زمانوں کی تسبیح مسیح موعودؑ کے ذکر میں بیان کی گئی ہے یعنی تینوں قسم کی تسبیحیں اُس کے زمانہ میں ہوں گی۔ ماضی کی بھی۔ حال کی بھی اور استقبال کی بھی۔ یہ ایک علیحدہ مضمون ہے جس کو تفصیلی طور پر بیان نہیں کیا جا سکتا۔ مَیں نے صرف اشارہ کر دیا ہے کہ اِن تینوں سورتوں میں تین افعال استعمال کئے گئے ہیں اور اِس طرح مسیح موعودؑ کے ذریعہ سے تسبیح کی تکمیل کا وعدہ کیا گیا ہے۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد 8 صفحہ 389-390)

بقیہ: دربارِ خلافت...... از صفحہ 2

یعنی اب آپ اس سے یہ استنباط کر رہے ہیں، یہ دلیل دے رہے ہیں کہ آپ کامل موحّد تھے۔ اس مقام پر پہنچے ہوئے تھے جس پہ اور کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ اسی لئے عبادت کے لحاظ سے بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہی نمونہ ٹھہرایا جس طرح دوسرے اخلاق فاضلہ کے بارے میں۔ ایک جگہ آپ فرماتے ہیں کہ:

’’اللہ تعالیٰ کی محبت کامل طور پر انسان اپنے اندر پیدا نہیں کرسکتا جب تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اور طرزِ عمل کو اپنا رہبر اور ہادی نہ بناوے۔ چنانچہ خود اللہ تعالیٰ نے اس کی بابت فرمایا ہے: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ یعنی محبوبِ الٰہی بننے کے لئے ضروری ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اِتّباع کی جاوے۔ سچی اِتّباع آپ کے اخلاق فاضلہ کا رنگ اپنے اندر پیدا کرنا ہوتا ہے‘‘۔

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 87۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پس ایک تو عبادت کے رنگ ہیں۔ ایک دوسرے اخلاق فاضلہ کے رنگ ہیں۔ اور سچی اِتّباع کا مطلب ہی یہی ہے کہ جو اخلاقِ فاضلہ ہیں جن کا قرآن کریم میں ذکر ہے وہ ان میں پیدا کی جائیں جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰن۔ کہ آپ کے اخلاق فاضلہ اگر دیکھنے ہیں تو قرآن کریم پڑھ لو۔ وہی اس کی تفسیر ہے۔ پس اس لحاظ سے بھی ہمیں قرآن کریم پڑھنے کی ضرورت ہے۔ ہمیں اَوروں کو کہنے سے پہلے اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مان کر ہم نے کس حد تک قرآن کریم کو اپنا دستور العمل بنایا ہے۔ یہ بیعت کا حصہ بھی ہے۔ سچائی کو ہم نے کس حد تک قائم کیا ہے۔ انصاف کو ہم کس حد تک قائم کرنے والے ہیں۔ لوگوں کے حقوق دینے میں ہم کس حد تک کوشش کرنے والے ہیں۔

(خطبہ جمعہ 20/ اکتوبر 2017ء)

آج کی دعا

اَللّٰهُمَّ عَافِنِيْ فِيْ جَسَدِيْ، وَعَافِنِيْ فِيْ سَمْعِيْ وَ بَصَرِيْ وَاجْعَلْهُمَا الْوَارِثَ مِنِّيْ لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (ترمذی)

ترجمہ: ’’اے اللہ! میرے جسم کو عافیت سے رکھ اور میری سماعت اور بصارت کو بھی عافیت سے رکھ اور ان دونوں کو میرے وارث بنا۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو حلم والا اور بزرگی والا ہے۔ پاک ہے اللہ جو عرشِ عظیم کا رب ہے۔ سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا ربّ ہے‘‘۔

یہ پیارے رسولِ کریم ﷺ کی عافیت وصحت کی ایک افضل دعا ہے۔

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ عموماً یہ دعا کرتے تھے۔

حضرت ابن عبّاس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:۔

’’دو نعمتیں ایسی ہیں کہ جن کی قدر نہ کر کے بہت سے لوگ نقصان اٹھاتے ہیں۔ ایک صحت اور دوسرے فارغ البالی‘‘۔ (صحیح بخاری و ترمذی)

حضرت مسیحِ موعودؑ فرماتے ہیں:

عمر دے، رزق دے اور عافیت و صحت بھی دے
سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ پا جائیں عرفاں تیرا
ہر مصیبت سے بچا اے میرے آقا ہر دم
حکم تیرا ہے زمین تیری ہے دوراں تیرا

(مرسلہ: قدسیہ محمود سردار)

قرآن کریم کا قلمی نسخہ

(مرسلہ: آصف احمد ظفر۔ برطانیہ)

تعارف

قرآن کریم کا یہ قلمی نسخہ خاکسار کے پڑ دادا حضرت حافظ فتح محمد خان صاحب مندرانی صحابی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام جو کہ حافظ قرآن تھے ان کا تحریر کردہ ہے۔ اس کے کل صفحات 938 ہیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب پریس اور چھاپہ خانہ اتنا عام نہیں ہوا تھا اور قلمی نسخوں کا رواج تھا۔ قرآن کریم کے اس نسخے میں کالے اور سرخ رنگ کا استعمال کیا گیا ہے۔ جبکہ آیات کی تحریر کالی روشنائی اور حاشیہ سرخ اور کالے رنگ سے لگایا گیا ہے۔ سورتوں کے آغاز میں 4 حروف لکھے ہیں۔ حروفھا، کلماتھا، رکوعھا اور آیاتھا اور ان کے نیچے تعداد بھی لکھی ہے۔ نیز ہر اگلے صفحہ کا پہلا لفظ پچھلے صفحہ کے اختتام پر لکھا ہے تا کہ قاری کو پڑھنے میں آسانی ہو مثال کے طور پر صفحہ 11 کے اختتام پر ''الفرقان'' لکھا ہے اور اسی لفظ سے صفحہ 12 کی آیت کا آغاز ہوتا ہے۔ اس سے حضرت حافظ صاحب کی قرآن پاک سے محبت اور عشق کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ قاری کی سہولت کے لئے خاکسار نے قرآن پاک کے اس قلمی نسخہ کا انڈیکس بھی تیار کیا ہے۔ قرآن پاک کے اختتام پر ایک فارسی تحریر بھی ہے (جس میں ایک بچے کی ولادت اور حضرت حافظ صاحب کے استاد حضرت میاں رانجھا صاحب جو کہ ولی اللہ تھے کی تاریخ وفات درج ہے۔ جن کے حالات حضرت حافظ صاحب کے سوانح میں بھی ملتے ہیں خاکسار کو منگروٹھہ غربی نزد تونسہ شریف حضرت میاں رانجھا صاحب کے مزار پر دعا کرنے کا موقع ملا ان کے لوح مزار پر بھی یہی تاریخ وفات درج ہے۔ ضمناً یہاں یہ بھی ذکر کر دوں کہ حضرت میاں رانجھا صاحب نے ہی ایک دفعہ حضرت حافظ صاحب سے کہا تھا کہ حافظ صاحب میں اس دنیا سے گزر جاؤں گا اور آپ زندہ ہوں گے امام مہدی کے ظہور کا زمانہ قریب ہے ان کا انکار نہ کرنا)۔ مذکورہ فارسی تحریر کا اردو ترجمہ کچھ یوں ہے ''پیدائش محمد بخش اسکی عمر لمبی ہو بتاریخ 29 ماہ جمادی الاول سن 1305 بروز اتوار بوقت دوپہر ہوئی۔ تاریخ وصال مولینا میرے استاد حضرت میاں رانجھا صاحب عفی عنہ 5 ماہ ربیع الاول 1297 '' بچے کی ولادت 1305 ہجری میں ہوئی جس کا عیسوی سن 1887 ہے جبکہ حضرت میاں رانجھا صاحب کا عیسوی سن 1880 بنتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کا یہ قلمی نسخہ 1887 ء کے لگ بھگ کسی عرصہ میں لکھا گیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

قرآن کریم کے اس قلمی نسخہ کے بارے میں میرے چچا اور حضرت حافظ صاحب کے پوتے مکرم منیر احمد صاحب ظہور مندرانی ریٹائرڈ پوسٹ ماسٹر ابن مکرم علی محمد خان صاحب مندرانی مرحوم حال مقیم محلہ دارالنصرت ربوہ نے خاکسار کے نام اپنے ایک خط میں اپنی ایک روایت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔

''قرآن پاک کا یہ قلمی نسخہ حضرت حافظ فتح محمد خان صاحب مندرانی صحابی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے ہاتھ کا تحریر شدہ ہے اس کا علم خاکسار کو اپنے والد محترم علی محمد خان صاحب مندرانی ابن حضرت حافظ فتح محمد خان صاحب مندرانی سے ہوا تھا حضرت حافظ صاحب کی وفات کے بعد یہ قرآن پاک حضرت حافظ صاحب کے سب سے بڑے بیٹے محترم جناب قادر بخش خان صاحب مندرانی کے پاس آیا۔ قادر بخش صاحب کی وفات کے بعد یہ قرآن پاک تایا قادر بخش صاحب کی بڑی بیٹی امیراں بی بی صاحبہ مرحومہ زوجہ سردار خان صاحب مندرانی مرحوم کے پاس رہا بعد ازاں ایک دفعہ میرے چچا زاد بھائی اور حضرت حافظ صاحب کے پوتے مکرم مبارک احمد ظفر صاحب مرحوم ابن حضرت مولانا ظفر محمد صاحب ظفر ربوہ سے بستی مندرانی تشریف لائے تو ان کو معلوم ہوا کہ حافظ صاحب کا قرآن پاک محترمہ امیراں بی بی صاحبہ کے پاس ہے تو انہوں نے یہ قرآن پاک خاکسار کی موجودگی میں محفوظ کرنے کی غرض سے لے لیا اور اسے اپنے ساتھ ربوہ لے گئے۔ بعد ازاں مکرم مبارک احمد ظفر صاحب ستمبر 2011 میں جب اپنے بیٹوں کے پاس ربوہ سے کینیڈا تشریف لے گئے تو وہ یہ قرآن پاک میرے بھتیجے عزیزم آصف احمد ظفر صاحب ابن مکرم ناصر احمد ظفر صاحب مرحوم حال مقیم لندن کے حوالے کر گئے لہذا اب یہ قرآن پاک میرے بھتیجے عزیزم آصف کے پاس ہے جن کی کاوشوں سے یہ اب ہم سب تک پہنچ رہا ہے۔ جزاک اللہ خیرا والسلام۔ منیر احمد ظہور''

حضرت حافظ صاحب کا اعلان بیعت الحکم 24 ستمبر 1901 کے شمارہ میں شائع ہوا۔ اور آپ کی وفات حضرت محمد مسعود خان صاحب مندرانی صحابی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی تحریری روایت کے مطابق 5 دسمبر 1923 بروز بدھ ہے (علی الرغم سابقہ روایت تاریخ وفات دسمبر 1925 کی بجائے یہی معتبر روایت ہے۔ اس تصحیح کے لئے خاکسار حضرت محمد مسعود خان صاحب مندرانی کے پوتے مکرم عبدالباسط مندرانی صاحب کا شکرگزار ہے)۔ اور یہ بھی ایک عجیب الٰہی تصرف ہے کہ آپکی تدفین جس قبرستان میں ہوئی وہ علاقے میں مدت دراز سے لال اصحاب کے نام سے موسوم اور معروف ہے اور مقامی روایتوں کے مطابق یہاں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دو اصحاب مدفون ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب . اور یہ قبرستان کوہ سلیمان کے دامن میں واقع ہے اور اس قبرستان میں حضرت حافظ صاحب سمیت حضرت مسیح موعود کے چھ صحابہ بھی مدفون ہیں۔ صحابہ کے اسماء درج ذیل ہیں

1۔ حضرت حافظ فتح محمد خان صاحب مندرانی
2۔ حضرت حافظ محمد خان صاحب مندرانی
3۔ حضرت نور محمد خان صاحب مندرانی (برادر کلاں حافظ فتح محمد خان صاحب مندرانی)
4۔ حضرت محمد مسعود خان صاحب مندرانی
5۔ حضرت محمد عثمان خان صاحب مندرانی
6۔ حضرت میاں محمد صاحب

خاکسار کو متعدد بار اس قبرستان میں سب صحابہ کی قبروں کی زیارت اور دعا کرنے کا موقع ملا۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک سے عشق و محبت کے اس بابرکت سلسلہ کو نہ صرف حضرت حافظ صاحب بلکہ انکے سبھی ہم عصر، بے نفس اور نیک نام بزرگوں کے خاندانوں اور نسلوں میں بھی ہمیشہ قائم و دائم رکھے کہ ہم تک پہنچنے والا احمدیت کا یہ ثمر بلاشبہ ان سب کی اجتماعی کوششوں ہی کا نتیجہ ہے۔

بنا کردند خوش رسمے بخون وخاک غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی نیکیوں کو زندہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ دعا ہے کہ خاکسار کی یہ حقیر سی کاوش عنداللہ مقبول ہو آمین۔

بقیہ: حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب دردؓ...... از صفحہ 5

انگریز مصنفین سے قریبی تعلقات قائم کئے۔

(الفضل 23 ستمبر 2013ء ص4)

آپ کا بلند پایہ لٹریچر

اللہ تعالیٰ نے آپ کو علمی ریسرچ کا خاص ملکہ عطا فرمایا تھا۔ چنانچہ دیگر تبلیغی اور دینی مصروفیات کے ساتھ ساتھ علمی ریسرچ کا سلسلہ آخر دم تک جاری رہا اور آپ نے متعدد کتب انگریزی اور اردو زبان میں تصنیف فرمائیں۔ ان میں ''لائف آف احمد''۔ ''اسلامی خلافت''۔ ''مسلمان عورت بلند کی شان''۔ ''بانی سلسلہ احمدیہ اور انگریز'' خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ''لائف آف احمد'' جلد جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سوانح حیات پر مشتمل ہے، ایک ضخیم کتاب ہے۔ اس بلند پایہ لٹریچر کے علاوہ آپ کے قلم سے مندرجہ ذیل کتب بھی شائع ہوئیں: ''اسلامی البم''۔ ''الہدیٰ''۔ ''تاریخ اندلس''۔ ''روئیداد جلسہ جوبلی''۔

(تاریخ احمدیت جلد 18 صفحہ 242)

وفات میں شہادت کا رنگ

7 دسمبر 1955ء کا واقعہ ہے۔ آپ دفتر میں تشریف لائے۔ طبیعت پوری طرح ہشاش بشاش تھی۔ ناظر اعلیٰ حضرت مرزا عزیز احمد صاحبؓ ایم۔ اے کے کمرے میں ان کی میز کے ہی ایک طرف بیٹھ کر آپ کام کرتے رہے۔ سوا بارہ بجے دوپہر کے قریب آپ نے کچھ تکان محسوس فرمائی اور یک لخت ضعف کا شدید دورہ ہوا۔ اور حالت غیر ہونے لگی۔ گرم دودھ وغیرہ پلانے اور ہاتھ پاؤں دبانے سے طبیعت سنبھل گئی۔ اس اثناء میں حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خانصاحب بھی تشریف لے آئے۔ انہوں نے دوائی بھجوائی اور پھر اس حال میں کہ آپ مسکراتے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ آپ کو گھر پہنچا دیا گیا۔ سوا دو بجے کے قریب آپ کو ضعف کا پھر شدید دورہ ہوا اور آپ نصف صدی سے زائد عرصہ تک اسلام اور احمدیت کی ان تھک خدمات بجالانے کے بعد عالم جاودانی کی طرف رحلت فرما گئے۔ اگلے روز 8 دسمبر 1955ء کو نماز ظہر کے بعد حضرت مصلح موعودؓ نے احاطہ بہشتی مقبرہ میں آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

(تاریخ احمدیت جلد 18 صفحات 242 تا 243)

اظہار تعزیت

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب دردؓ نے جس ایثار و اخلاص سے سلسلہ کی خدمت کی وہ سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہے۔ حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمسؓ نے ایک نوٹ میں اظہار تعزیت کرتے ہوئے لکھا:

''مکرم درد صاحب سلسلہ عالیہ احمدیہ کے درخشندہ گوہر۔ ان صادق وفاداروں اور سچے خدام میں سے تھے جنہوں نے اپنی زندگی سلسلہ کے لئے وقف کر دی۔ اور آخر دم تک اس پر قائم رہے۔ دین کو دنیا پر عملی طور پر مقدم کیا۔ آج ان کے کالج فیلو بڑے بڑے مناصب پر فائز ہیں۔ اور ہزاروں روپیہ تنخواہ لے رہے ہیں۔ لیکن درد صاحب مرحوم ومغفور نے سلسلہ کی خاطر درویشانہ زندگی کو امیرانہ زندگی پر ترجیح دی۔''

(تاریخ احمدیت جلد 18 صفحات 243 تا 244)

(ماخوذ از کتاب ''سیرت حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب درد مصنفہ: حامد مقصود عاطف صاحب'')

☆...☆...☆

مبلغین برطانیہ کا تعارف

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب دردؓ مرحوم

(ندیم احمد بٹ۔ مربی سلسلہ)

آپ کی زندگی کے ابتدائی ایام

آپ کے والد ماجد حضرت ماسٹر قادر بخش صاحب (ولادت 16 اگست 1870ء، بیعت 1892ء، وفات 10 جولائی 1923ء) سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نہایت مخلص یک رنگ اور قدیم عشاق میں سے تھے جنہیں حضور کے 313 اصحاب کبار میں شمولیت کا شرف حاصل تھا۔حضرت مولوی عبد اللہ صاحب سنوریؓ جنہیں اپنے اخلاص، خصوصی خدمات اور سرخ چھینٹوں والے آسمانی نشان کے عینی شاہد کی حیثیت سے تاریخ احمدیت میں ایک خاص مقام حاصل ہے، آپ کے پھوپھا تھے۔ درد صاحب کی والدہ صاحبہ کا نام مکرمہ بشیرن صاحبہ تھا جو آپ کے والد کے چچا اکرم عالم صاحب کی بیٹی تھیں آپ کی دادی کا نام مکرمہ فاطمہ صاحبہ بنت مکرم خدا بخش صاحب تھا۔

آپ نے 19جون 1894ء کو بمقام لدھیانہ ایک مخلص احمدی گھرانے میں آنکھ کھولی۔حضرت دردصاحبؓ کا پیدائشی نام رحیم بخش تھا۔بعد میں اسے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے تبدیل کر کے عبدالرحیم فرمایا اور اسی طرح درد تخلص بھی حضورؓ ہی نے عطا فرمایا بچپن میں ہی آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کرنے اور حضور کے ارشادات سننے اور ذہن نشین کرنے کا موقع ملا۔ اس طرح آپ کو مسیح محمدی ﷺ کے صحابہ میں شمولیت کی سعادت نصیب ہوئی اور پھر بڑے ہوکر آپ نے اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنی تمام زندگی خدمت اسلام میں بسر کی۔

آپ ان ممتاز اور نامور مخلصین میں سے تھے جنہوں نے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد خلافت ثانیہ کے ابتدائی ایام میں اپنی زندگی خدمت اسلام کے لئے وقف کی اور پھر وفات کے وقت تک اپنے اس عہد کو نہایت درجہ اخلاص کے ساتھ اس شان سے نبھایا کہ جس پر آنے والی نسلیں فخر کریں گی۔

(سیرت حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب دردصفحہ 11اور تاریخ احمدیت جلد 18صفحات 239تا240)

ابتدائی تعلیم

حضرت دردصاحب نے ابتدائی تعلیم لدھیانہ میں حاصل کی اور اس کے بعد لاہور اور پٹیالہ میں حاصل کی۔ پڑھائی کے ساتھ ساتھ کھیل کو بھی پورا وقت دیتے۔ایک مختصر سے واقعہ سے اس کی تصدیق ہوجاتی ہے۔

ایک دفعہ حضرت دردصاحب کی عینک ٹوٹ گئی جس کی وجہ سے آپ کسی میچ میں حصہ نہ لے سکے۔کالج کے پرنسپل صاحب کو جب اس کا علم ہوا تو انہوں نے فوراً عینک بنواکر دی اور ساتھ ہی ان ریمارکس سے نوازا:

"He is the best in the play ground and the best in the class room."

یہ پرنسپل صاحب عیسائی تھے اور اس وقت کے لحاظ سے یہ بہت بڑا سرٹیفکیٹ تھا کہ آپ پڑھائی اور کھیل دونوں میں بہت اچھے ہیں۔ 1914ء میں آپ نے لاہور سے بی۔ اے کا امتحان پاس کیا۔ 1919ء میں مقابلہ کا امتحان لاہور سے دیا۔

(سیرت حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب دردصفحات 28تا30)

اہلیہ و اولاد

حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب دردؓ کو ہر دو بیویوں سے اولاد عطا ہوئی اس کی تفصیل یہ ہے:

آپ کی پہلی اہلیہ محترمہ سارہ درد صاحبہ بنت میاں محمد اسماعیل صاحبؓ تاجر کتب آف مالیر کوٹلہ مہاجر قادیان ہیں۔جن کا نکاح 29یا30دسمبر 1915ء کو آپ سے ہوا۔آپ کی دس بچوں کے نام درجہ ذیل ہیں:1)مکرم عطاء الرحمٰن درد صاحب 2)مکرمہ عطیہ درد صاحبہ 3)مکرمہ رضیہ درد صاحبہ 4)مکرمہ خاتم النساء درد صاحبہ 5)مکرم لطف الرحمٰن درد صاحب 6)مکرم حبیب الرحمٰن درد صاحب 7)مکرم مجیب الرحمٰن درد صاحب 8)مکرمہ صفیہ درد صاحبہ 9)مکرم نعیم الرحمٰن درد صاحب 10)مکرمہ نعیمہ درد صاحبہ

آپ کی دوسری اہلیہ محترمہ مریم درد صاحبہ بنت حضرت مولوی عبداللہ سنوری صاحبؓ ہیں جن کا 27دسمبر 1917ء کو آپ سے نکاح ہوا۔ان سے آپ کے چار بچے ہوئے جن کے نام درج ذیل ہیں:1)مکرمہ ہاجرہ درد صاحبہ 2)مکرمہ صالحہ درد صاحبہ 3)مکرمہ قانتہ درد صاحبہ 4)مکرم محمد عیسیٰ درد صاحب (تاریخ احمدیت جلد 18صفحہ 251)

قادیان میں مستقل رہائش اور خدمات

حضرت درد صاحب 1919ء میں زندگی وقف کر کے قادیان میں مستقل طور پر رہائش پذیر ہوگئے اور پھر اپنی زندگی کا ایسا دور شروع کیا جو تاریخ احمدیت میں ہمیشہ کے لئے انمٹ نقوش چھوڑ گیا۔ قادیان میں دارالامان میں آتے ہی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے آپ کو مدرسہ احمدیہ کی کمیٹی کا ممبر بنایا۔خلیفہ وقت اور جماعت کا خط وکتابت کے ذریعے ایسا مضبوط تعلق ہوتا ہے جس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔پس اس اہم ذمہ داری کو نبھانے کے لئے حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب دردؓ کو 1920ء میں مقرر کر دیا گیا۔اس زمانے میں یہ محکمہ ''افسر ڈاک'' کے نام سے موسوم ہوتا تھا۔لیکن اس محکمہ کو حضرت دردصاحب کے زمانہ میں ہی پرائیویٹ سیکرٹری کا نام دے دیا گیا۔حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب دردؓ 1922ء سے لے کر 1924ء تک اسی عہدہ پر فائز رہے۔

قیام انگلستان

حضرت مولانا عبدالرحیم درد صاحبؓ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے قافلے کے ساتھ 24اگست 1924ء کو لندن تشریف لائے۔ قیام لندن کے دوران 4 اکتوبر 1924ء کو حضور نے محترم درد صاحب کو امام مسجد فضل لندن مقرر فرمایا۔آپ نے مسجد فضل لندن کی تعمیر کا کام مکمل کروایا اور مسجد کے افتتاح کے لئے شہزادہ فیصل کو دعوت دی جو انہوں نے قبول کر لی۔لیکن بعد میں مخالفت کے باعث انہوں نے معذوری ظاہر کی جس پر حضرت درد صاحب نے حضور کی اجازت سے سرعبدالقادر کو مسجد فضل کے افتتاح کی دعوت دی جو انہوں نے بصد خوشی قبول کر لی اور مسجد کا افتتاح 3 اکتوبر 1926ء کو عمل میں لایا گیا۔ افتتاحی تقریب میں انگلستان کے لارڈز، ممبر آف پارلیمنٹ، سفراء اور ہندوستان کے مہاراجگان میں سے بعض نے شرکت کی۔ انگریزی اخبارات نے اس تقریب کی روداد تفصیلاً بہ تصاویر شائع کیں۔ 1925ء میں لندن کے ایک اخبار سٹار نے ایک کارٹون شائع کیا جس میں آنحضرت ﷺ کی توہین کی گئی تھی۔حضرت درد صاحب نے اس کے خلاف منظم احتجاج کیا۔ اخبارات کے علاوہ اسلامی ممالک کے سفراء کو بھی احتجاج کے لئے کہا۔ اس کا بہت گہرا اثر ہوا اور اس اخبار کے ایڈیٹر نے معافی مانگ لی۔حضرت درد صاحب نے ہالینڈ، بیلجیم، فرانس، سپین، آسٹریا اور البانیہ کا دورہ کیا۔ 1927ء میں انگلستان میں ایک توہین آمیز کتاب ''محمد'' (ﷺ) شائع ہوئی۔جس میں آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس پر ناروا حملے کئے گئے تھے۔ جناب درد صاحب نے اس کے خلاف ایک زبردست مہم چلائی جس کے نتیجہ میں حکومت برطانیہ نے اس کتاب پر ہندوستان میں پابندی لگا دی۔ ہندوستانی اخبارات میں بھی حضرت درد صاحب کی کارگزاری کا خوب چرچا ہوا۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنے قیام کے دوران انگلستان میں یہ فیصلہ بھی فرمایا کہ ریویو آف ریلیجنز کو لندن منتقل کیا جائے اور حضرت درد صاحب کو اس کا ایڈیٹر مقرر فرمایا۔ یہ رسالہ 1925ء سے جولائی 1931ء تک لندن سے شائع ہوتا رہا۔حضرت درد صاحب نے لندن سے ایک ہفتہ وار اخبار ''مسلم ٹائمز'' جاری کیا۔ نیز ''الاسلام'' کے نام سے ایک رسالہ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثالثؒ) کی معاونت سے شائع کیا جو ان دنوں بغرض تعلیم برطانیہ میں مقیم تھے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خصوصی ہدایت پر آپ نے قائد اعظم محمد علی جناح سے جو ان دنوں مستقلاً لندن میں رہائش پذیر تھے، متعدد ملاقاتیں کیں اور قائد اعظم کو ہندوستان جاکر مسلمانوں کی راہنمائی کرنے پر آمادہ کیا۔ قائد اعظم نے مسجد فضل لندن میں ہندوستان کی آزادی کے موضوع پر تقریر بھی فرمائی تو اس کی ابتداء میں محترم درد صاحب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''امام مسجد نے مجھے ترغیب دی اور اس ترغیب میں ان کی فصاحت و بلاغت نے میرے لئے کوئی راہ فرار نہیں چھوڑی۔ ان کی پر زور تحریک کی وجہ سے میں سیاسی سٹیج پر کھڑا ہونے کے لئے مجبور ہوا ہوں۔ ان کے انگریزی الفاظ یہ تھے۔

"The eloquent persuation of the Imam left me no escape."

یعنی امام صاحب کی فصیح وبلیغ تحریک نے میرے لئے کوئی راہ بچاؤ کی نہیں چھوڑی۔

حضرت درد صاحب نے دوران قیام انگلستان اپنی کتاب The life of Ahmad کا مسودہ مکمل کیا جو بعد میں شائع ہوا۔حضرت درد صاحب نے ممبران پارلیمنٹ، لارڈز اور دیگر نامور

بقیہ صفحہ 4 پر

تربیت اولاد اور ہماری ذمہ داری

(مرسلہ: ظہیر احمد طاہر۔ نائب صدر مجلس انصار اللہ جرمنی)

تربیت کسی فرد، معاشرہ یا گروہ کی ایسی نشوونما کا نام ہے جو اُنہیں انسانی بلندی کے اعلیٰ مدارج تک پہنچا دیتی ہے۔ کسی بھی معاشرے کی اخلاقی و روحانی تعمیر و ترقی کے لیے ضروری ہے کہ ہر فردِ بشر اُس میں حصہ لے اور اپنا کردار ادا کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ’’اور چاہئے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو۔ وہ بھلائی کی طرف بلاتے رہیں اور اچھی باتوں کی تعلیم دیں اور بری باتوں سے روکیں۔ اور یہی ہیں وہ جو کامیاب ہونے والے ہیں۔‘‘ (آل عمران:105) یعنی تبلیغ، تربیت اور اصلاح معاشرہ کسی فردِ بشر کا کام نہیں بلکہ تبلیغ و اصلاح کا کام سب کو مل کر نا ہوگا۔ اگر ہر فردِ جماعت قرآن کریم کے اس منشاء کو سمجھ لے تو معاشرے کی اصلاح کا کام بڑی آسانی کے ساتھ ہوسکتا ہے۔

ہر باشعور انسان جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ سارا نظام اور اُس میں موجود ہر چیز ایک خاص مقصد کے تحت پیدا کی ہے اور اس میں موجود ہر شے اور ہر وجود کے لیے ایک دائرہ کار مقرر کرتے ہوئے ہر کسی کے ذمہ کوئی نہ کوئی ڈیوٹی لگائی ہے تا کہ کائنات کا نظام احسن طریق پر جاری و ساری رہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ نے چاہا کہ اس کائنات کے اہم ترین وجود حضرتِ انسان کو اشرف المخلوقات کے درجہ پر فائز کرکے اُسے اپنی توحید و تفرید کے قیام اور اپنی خالص عبادت کے لیے خاص کرلے۔ انسانی تصور سے بھی وسیع وعریض کائنات میں یہ ایک بہت بڑا اعزاز اور اہم ذمہ داری ہے جو انسانوں کو تفویض کی گئی ہے۔ پس اس اہم ذمہ داری کو کماحقہ ادا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہر انسان اپنے آپ کو اہم سمجھے اور اپنی حیثیت کے مطابق اس ذمہ داری کو ادا کرنے کے لیے تیار ہو۔ مضمون کی مناسبت سے اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے: یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا قُوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ وَ اَہۡلِیۡکُمۡ نَارًا (التحریم:7) ’’اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو آگ سے بچاؤ۔‘‘ یعنی مومنوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی اصلاح کی طرف ہمیشہ متوجہ رہیں اور اپنی اولاد کی فکر کرتے رہیں اور ان کی نگرانی کرتے ہوئے زندگی کے ہر معاملہ میں اُن کی مناسب رہنمائی کریں اور اس رنگ میں اُن کی تربیت کریں کہ اُن کے اندر اللہ تعالیٰ کی محبت کا جذبہ موجزن ہوجائے اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا ہر چیز اُن کی نظروں میں ہیچ ہوجائے۔ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد ہمارے مدنظر رہنا چاہئے کہ: اچھی تربیت سے بڑھ کر کوئی اعلیٰ تحفہ نہیں جو باپ اپنی اولاد کو دے سکتا ہے۔

(ترمذی ابواب البروالصلۃ باب فی ادب الولد)

بچے اپنے ماں باپ اور بڑوں کے نقال ہوتے ہیں۔ وہ اُن کی تمام حرکات وسکنات کا بغور مشاہدہ کرتے ہیں اور اُسی کے مطابق اپنے آپ کو ڈھالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس لئے والدین کے لیے ضروری ہے کہ زندگی کے ہر معاملہ میں ان کے لیے بہترین نمونہ بنیں۔ والدین کو چاہئے اپنے بچوں کو صحیح اسلامی عقائد سکھائیں، اعلیٰ اخلاق اپنانے اور عمدہ اعمال بجالانے کی تلقین کرتے رہیں اور اپنے عملی نمونے سے اس رنگ میں اُن کی ذہنی پرورش کریں کہ اُن کا اپنے پیدا کرنے والے کے ساتھ مضبوط اور پختہ تعلق قائم ہوجائے۔ اس ضمن میں ان کی عمر کے مطابق دین کی باتیں بتاتے رہنا بہت مفید ثابت ہوسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے صالح بندے حضرت لقمان علیہ السلام اپنے لوگوں میں حکیم یعنی گہری حکمت کی باتیں کرنے والے مشہور تھے۔ اُن کی حکمت اور دانائی کی باتوں کو اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی شرفِ مقبولیت عطا ہوا اور ان کی اپنے بیٹے کو کی گئی نصائح کو ہمیشہ ہمیش کے لیے قرآن شریف میں محفوظ کر دیا گیا۔ ان آیات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں تربیت کے سنہری گُر بیان ہوئے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ’’چونکہ بعض لوگ حکیموں کی بات کو بہت پسند کرتے ہیں اور ان کے کلمہ کا ان کی طبیعت پر خاص اثر ہوتا ہے۔ اس لئے یہاں ایک حکیم کی نصیحت کو بیان کیا ہے اور یہ بھی مسلّم ہے کہ آدمی اپنی اولاد کو وہی بات بتاتا ہے جو بہت مفید ہو اور مُضر نہ ہو۔‘‘ (حقائق الفرقان جلد 3 صفحہ 364)

سورۃ لقمان کی آیات 14 تا 20 میں جو مضمون بیان ہوا ہے اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ: حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانے کی نصیحت کی نیز والدین کے ساتھ احسان کی تعلیم کے ساتھ ہر حال میں اللہ کی اطاعت کی طرف متوجہ فرمایا۔ پھر اُسے اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرتوں سے آگاہ کیا۔ نماز قائم کرنے، اچھی باتوں کو پھیلانے اور ناپسندیدہ باتوں سے منع فرمایا اور ہر مصیبت پر صبر کی تلقین کی۔ انسانوں کو حقیر جاننے سے منع کرتے ہوئے نخوت سے انسانوں کے لیے اپنے گال پُھلانے سے منع فرمایا۔ عاجزی کی تعلیم دیتے ہوئے زمین میں یونہی اکڑ کر چلنے پھرنے سے منع کیا اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ تکبر اور فخر و مباہات کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ پھر یہ نصیحت فرمائی کہ اپنی چال میں میانہ رَوی اختیار کر اور اپنی آواز کو دھیما رکھا کر یعنی ہمیشہ ادب کے دائرے میں رہ کر بات کیا کر کیونکہ اللہ تعالیٰ کو گدھے جیسی آوازیں بالکل پسند نہیں۔ حضرت لقمان کی ان نصائح سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ہمیشہ اپنی اولاد کی تربیت کی طرف متوجہ رہے اور اس ضمن میں کسی غفلت اور کوتاہی کا مظاہرہ نہ کیا کیونکہ اولاد کی تربیت ایک دن کا کام نہیں بلکہ یہ ایک عمل پیہم ہے جسے تسلسل کے ساتھ اور عمدہ نصیحت کے ساتھ جاری رہنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کے ایک اور مقام پر جماعت مومنین کو یہ توجہ دلائی ہے کہ وہ اپنی اولاد کی تربیت کے لئے اُس کے حضور دعائیں کرتے رہا کریں۔ جیسا کہ فرمایا: وَ اَصۡلِحۡ لِیۡ فِیۡ ذُرِّیَّتِیۡ ۚؕ اِنِّیۡ تُبۡتُ اِلَیۡکَ وَ اِنِّیۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ (الاحقاف:16) ’’اور میرے لئے میری ذرّیّت کی بھی اصلاح کر دے۔ یقیناً میں تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں اور بلاشبہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔‘‘

تربیت اولاد کے لیے یہ بھی ایک ضروری امر ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت کے لیے بار بار یاد دہانی کروائی جائے۔ حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سلیمانؑ کی والدہ نے ان سے کہا: اے بیٹے! رات کو زیادہ نہ سویا کرو کیونکہ رات کو زیادہ نیند قیامت کے دن انسان کو فقیر بنا دے گی۔ (سنن ابن ماجہ کتاب اقامۃ الصلوٰۃ باب قیام اللیل حدیث نمبر 1322)

چھوٹے بچوں کو اگر سبق آموز کہانیاں سنائی جائیں تو وہ اس میں زیادہ دلچسپی لیتے ہیں اور وہ بات اُن کے ذہن نشین ہوجاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ مبارک طریق تھا کہ آپ اکثر بچوں کو سبق آموز کہانیاں سنایا کرتے تھے تا کہ اُن کہانیوں کو سن کر اُن کے اندر وہ اچھی صفات پیدا ہوں جو اچھی زندگی گزارنے کے لئے ضروری ہیں۔ ایک مرتبہ آپ نے بچوں کو جو کہانی سنائی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کرنے اور سچا تقویٰ اختیار کرنے سے اللہ تعالیٰ اُس انسان کا متکفل ہوجاتا ہے اور اُسے ایسی راہوں سے نوازتا ہے جن کے بارے میں وہ سوچ بھی نہیں سکتا۔ آپؑ نے فرمایا: ’’ایک بزرگ کہیں سفر پر جارہے تھے اور جنگل میں ان کا گزر ہوا جہاں ایک چور رہتا تھا اور جو ہر آنے جانے والے مسافر کو لوٹ لیا کرتا تھا۔ اپنی عادت کے موافق اس بزرگ کو بھی لوٹنے لگا۔ بزرگ موصوف نے فرمایا: وَفِی السَّمَآءِ رِزۡقُکُمۡ وَمَا تُوۡعَدُوۡنَ (الذّاریٰت:23) تمہارا رزق آسمان پر موجود ہے تم خدا پر بھروسہ کرو۔ اور تقویٰ اختیار کرو اور چوری چھوڑ دو۔ خدا تعالیٰ خود تمہاری ضرورتوں کو پورا کردے گا۔ چور کے دل پر اثر ہوا۔ اس نے بزرگ موصوف کو چھوڑ دیا اور ان کی بات پر عمل کیا یہاں تک کہ اسے سونے چاندی کے برتنوں میں عمدہ عمدہ کھانے ملنے لگے۔ وہ کھانے کھا کر برتنوں کو جھونپڑی کے باہر پھینک دیتا۔ اتفاقاً وہی بزرگ کبھی ادھر سے گزرے تو اس چور نے جواب بڑا نیک بخت اور متقی ہوگیا تھا۔ اس بزرگ سے ساری کیفیت بیان کی۔ اور کہا کہ مجھے اور آیت بتلاؤ۔ تو بزرگ موصوف نے فرمایا کہ فِی السَّمَاءِ وَالۡاَرۡضِ اِنَّہٗ الۡحَقُّ یہ پاک الفاظ سن کر اس پر ایسا اثر ہوا کہ خدا تعالیٰ کی عظمت اس کے دل پر بیٹھ گئی پھر تڑپ اٹھا اور اسی میں جان دے دی۔‘‘ (حیات احمد جلد اوّل حصہ دوم صفحہ 243۔ ناشر نظارت اشاعت صدر انجمن احمدیہ ربوہ)

دَور حاضر میں ہر طرف فسق و فجور اور معصیت کا بازار گرم ہے یہاں تک کہ اسلامی معاشروں میں بھی لادینیت اور اخلاقی بے راہ روی عام ہو رہی ہے جبکہ مغربی معاشرے میں دین نام کی کوئی چیز باقی نہیں رہی۔ ایسے معاشرے میں زندگی گزارتے ہوئے والدین روزگار کے حصول کی تگ و دَو میں بسا اوقات بچوں کے لئے بہت کم وقت نکالتے ہیں اور بچوں کی دینی و اخلاقی تربیت کی طرف خاص توجہ

نہیں دیتے جبکہ اس شیطانیت زدہ ماحول میں والدین کی ذرا سی غفلت بچوں کی تباہی کا سبب بن سکتی ہے۔ اس لئے والدین کو بہت چوکس رہ کر بچوں کی تربیت کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ آج کل الیکٹرانک، پرنٹ میڈیا اور سوشل میڈیا کے ذریعہ اچھی بُری معلومات ہر چھوٹے بڑے کی دسترس میں ہیں جس سے بچوں کے ناپختہ ذہن پراگندہ ہو رہے ہیں۔ بچپن میں چونکہ انسانی ذہن ہر بات کو جلد قبول کر لیتا ہے اس لیے بچے غلط باتوں کو بھی قبول کرنے کے لئے جلد آمادہ ہوجاتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ بچوں کے ذہنوں میں اس آلودہ ماحول کے اثر کو جلد جلد زائل کرنے کی کوشش کی جائے۔ اگر پیار اور محبت کے ساتھ اچھی نصیحت بار بار اُن کے کانوں میں پڑتی رہے گی تو وہ ماحول کی بُری باتوں سے بچ سکتے ہیں۔ پس بچوں کو موجودہ دَور کے بداثرات سے بچانا والدین کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک موقع پر فرمایا تھا: ’’یہ زمانہ ایسا نہیں جس میں ہم ذرا بھی غفلت برتیں اور سُستی سے کام لیں۔ اس لئے ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم اپنے بچوں کو سنبھال لیں۔ اُن کی بہترین رنگ میں تربیت کریں۔‘‘

(مشعل راہ جلد دوم صفحہ 405۔ شائع کردہ مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان)

کسی بھی قوم کی ترقی کا دارومدار اُس کے نونہالوں کی اچھی تربیت سے وابستہ ہوتا ہے۔ اگر نئی نسل کی اچھی تربیت کرلی جائے تو وہ جماعت اخلاقی، دینی اور دنیاوی ہر میدان میں دوسری قوموں سے بہت آگے نکل سکتی ہے۔ تاریخ کا علم رکھنے والے جانتے ہیں کہ قوموں کی تنزلی اور اُن کی تباہی میں تربیت کی کمی اہم کردار ادا کرتی ہے کیونکہ جو قومیں اپنی آئندہ نسل کی تربیت سے غافل ہوجاتی ہیں اُن میں نیک اور متقی لوگ آہستہ آہستہ کم ہونا شروع ہوجاتے ہیں اور وہ قوم یا جماعت اخلاقی اور دینی طور پر مردہ ہونا شروع ہوجاتی ہے۔ اس لئے اصلاح نفس اور تربیت کا کام ہمیشہ جاری و ساری رہنا چاہئے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس اہم نکتہ کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ’’قوموں کی تباہی کا باعث ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ ترقی کے لئے تو کوشش کرتی ہیں ...... اپنے تقویٰ کا خیال رکھتی ہیں مگر اولاد کے اخلاق کی طرف پوری توجہ نہیں کرتیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کا نیکی کا معیار گرنے لگتا ہے ...... اور آخر قوم تباہی کے گڑھے میں گر جاتی ہے ......
اگر مسلمان اس نکتہ کا خیال رکھتے تو آج اُن کا یہ حال نہ ہوتا۔ انہوں نے ایک وقت اپنی اولاد کی تربیت کے فرض سے کوتاہی کی اور ان کی ناجائز محبت ان پر غالب آگئی یا انہوں نے شادیوں میں احتیاط سے کام نہ لیا۔ تم میں سے ہر ایک شخص علاوہ اپنی ذات کی ذمہ داری کے بعض دوسرے وجودوں کا بھی ذمہ دار ہے۔ پس خالی اپنے نفس کی طہارت انسان کے کام نہیں آسکتی۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد 3 صفحہ 42۔ از مصلح موعودؓ)

پس اگر کوئی قوم اپنے آپ کو دیر تک زندہ رکھنا چاہتی ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی نسلوں کی اچھی تربیت کرے اور اپنی قوم اور نسل کی بقا کے لئے بھرپور کوشش کرے اور اپنے عمدہ نمونے اُن کے سامنے پیش کرے تا کہ غلبہ اور ترقی کی اس دوڑ میں وہ بھی شامل رہیں اور اُن کی نسلیں اس اہم خدمت سے محروم نہ ہوجائیں۔ ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں: ’’جماعتی ترقی ہمارے اپنے بچوں کی تربیت سے وابستہ نہیں ہے بلکہ ہماری اور ہماری نسلوں کی بقا ہر حالت میں جماعت سے جڑے رہنے سے وابستہ ہے۔ جماعت اور اسلام کا غلبہ تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہے۔ اس خدا کی تقدیر ہے جو تمام طاقتوں کا مالک خدا ہے اور وہ ناقابل شکست اور غالب ہے۔ اگر کوئی ہم میں سے راستے کی مشکلات دیکھ کر کمزوری دکھاتا ہے، اگر ہماری اولادیں ہمارے ایمان میں کمزوری کا باعث بن جاتی ہیں، اگر ہماری تربیت کا حق ادا کرنے میں کمی ہماری اولادوں کو دین سے دُور لے جاتی ہے ...... تو اس میں سے دین کے غلبے کے فیصلے پر کوئی فرق نہیں پڑتا، ہاں جو کمزوری دکھاتے ہیں وہ محروم رہ جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ دوسروں کو سامنے لے آتا ہے اور لوگوں کو سامنے لے آتا ہے، نئی قومیں کھڑی کر دیتا ہے۔ پس اس اہم بات کو اور یہ بہت ہی اہم بات ہے ہمیں ہمیشہ ہر وقت اپنے سامنے رکھنا چاہئے اور اس کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی نسلوں کی تربیت کی فکر کی ضرورت ہے۔ سب سے اہم بات اس سلسلے میں ہمارے اپنے پاک نمونے ہیں۔‘‘

(خطبات مسرور جلد ہشتم صفحہ 507۔ شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ۔ 2011ء)

پس بچوں کی اچھی تربیت کرنا اولاد کا بنیادی حق ہے جس پر والدین کو خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ اُن کے دل میں نیکی اور تقویٰ کا بیج بو کر اُس کی آبیاری کرتے رہنا چاہئے تا کہ گھروں میں اللہ اور اُس کے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی کھیتیاں لہلہائیں اور ہمارے بچے بڑے ہو کر جماعت اور معاشرے کا مفید وجود ثابت ہوں۔ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’نیکی کے کاموں پر اپنی اولاد کی مدد کرو۔‘‘

(المعجم الاوسط طبرانی جلد 4 صفحہ 237)

اولاد کے لئے دعائیں

دعا مومن کا سب سے بڑا ہتھیار اور قیمتی خزانہ ہے۔ دعائیں اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کرنے کا اہم ترین ذریعہ ہیں۔ یہ وہ تیر بحدف نسخہ ہے جس کا وار خطا نہیں جاتا۔ پس جس نے دعاؤں کو اپنی زندگی کا حصہ بنا لیا اُس نے خیر، کامیابی اور فلاح کے رستے کو پالیا۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں اپنے مومن بندوں کو اپنی اولاد کے لئے دعا کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرماتا ہے: رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا (الفرقان: 75) ’’اے ہمارے ربّ! ہمیں اپنے جیون ساتھیوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر اور ہمیں متقیوں کا امام بنادے۔‘‘ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بچوں کی تربیت کے ضمن میں اللہ تعالیٰ کے فضل اور دعاؤں کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ’’ہدایت اور تربیت حقیقی خدا کا فعل ہے۔ سخت پیچھا کرنا اور ایک امر پر اصرار کو حد سے گزار دینا یعنی بات بات پر بچوں کو روکنا اور ٹوکنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ گویا ہم ہی ہدایت کے مالک ہیں اور ہم اس کو اپنی مرضی کے مطابق ایک راہ پر لے آئیں گے۔ یہ ایک قسم کا شرکِ خفی ہے۔ اس سے ہماری جماعت کو پرہیز کرنا چاہئے ...... ہم تو اپنے بچوں کے لئے دعا کرتے ہیں اور سرسری طور پر قواعد اور آدابِ تعلیم کی پابندی کراتے ہیں۔ بس اس سے زیادہ نہیں۔ اور پھر اپنا پورا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر رکھتے ہیں۔ جیسا کہ کسی میں سعادت کا تخم ہوگا وقت پر سرسبز ہوجائے گا۔‘‘

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 309۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

اسی طرح ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز والدین کو اولاد کے لیے دعاؤں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں: ’’آئندہ نسلوں کی بقا کے لئے یہ نہایت اہم نسخہ ہے کہ جہاں ظاہری تدبیریں اور کوششیں ہو رہی ہیں جو اپنی اولاد کی دینی و دنیوی ترقیات کے لئے ایک انسان کرتا ہے وہاں دعا بھی ہو کیونکہ اصل ذات تو خدا تعالیٰ کی ہے جو اچھے نتائج پیدا فرماتا ہے۔ اگر کسی کو یہ خیال ہو کہ وہ لوگ اپنی ذاتی صلاحیت سے اپنی اولاد کی تربیت کر رہے ہوتے ہیں تو یہ بھی خیال غلط ہے۔‘‘

(خطبات مسرور جلد ہفتم صفحہ 459۔ نظارت اشاعت ربوہ۔ خطبہ جمعہ فرمودہ 25/ستمبر 2009ء بمقام مسجد بیت الفتوح لندن)

اولاد کی عزت و تکریم

اولاد کی اچھی تربیت کے لیے ضروری ہے کہ والدین اپنی اولاد کی مناسب عزت و تکریم کریں۔ جیسے جیسے اُن کی عمر بڑھے اُسی مناسبت سے اُن کی بات کو اہمیت دی جائے، تعلیم اور گھریلو معاملات میں اُن کے ساتھ مشورہ کیا جائے اور عمر کے مطابق اُن کے ذمہ کچھ کام لگائے جائیں، اسی طرح شادی بیاہ کے معاملات میں بھی اُن کے مشورہ اور تجویز کو اہمیت دی جائے تا کہ اُن کے اندر یہ احساس پیدا ہو کہ اپنے گھر والوں کے لئے اہمیت رکھتے ہیں اور اُن پر اعتماد کیا جا رہا ہے۔ اس طرح اُن کے اندر آگے بڑھنے اور کچھ کر دکھانے کا جذبہ پیدا ہوگا۔ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَكْرِمُوْا اَوْلَادَكُمْ وَاَحْسِنُوْا اَدَبَهُمْ (ابن ماجہ ابواب الادب باب بر الوالدین۔ بحوالہ حدیقۃ الصالحین صفحہ 416 حدیث: 389) حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بچوں سے عزت کے ساتھ پیش آؤ اور اُن کی اچھی تربیت کرو۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے فاطمہؓ سے بڑھ کر شکل و صورت، چال ڈھال اور گفتگو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ کسی اور کو نہیں دیکھا۔ فاطمہؓ جب کبھی حضورؐ سے ملنے آتیں تو حضورؐ ان کے لیے کھڑے ہوجاتے ان کے ہاتھ کو پکڑ کر چومتے۔ اپنے بیٹھنے کی جگہ پر بٹھاتے۔ اسی طرح جب حضورؐ ملنے کیلئے فاطمہؓ کے یہاں تشریف لے جاتے تو وہ کھڑی ہوجاتیں۔ حضورؐ کے دستِ مبارک کو بوسہ دیتیں اور اپنی خاص بیٹھنے کی جگہ پر حضور کو بٹھاتیں۔

(ابوداؤد، کتاب الادب باب فی القیام)

اعتدال اور میانہ روی کی عادت

بچوں کو زندگی کے معاملات میں اعتدال اور میانہ روی سکھانا

DAILY LONDON
ALFAZL
ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION
Download on the App Store
Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

اُن کی تربیت کے لیے بہت ناگزیر ہے تا کہ وہ بعد کی زندگی میں مشکلات کا شکار نہ ہوں اور اُن کے اندر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کئے ہوئے مال کو مناسب طور پر مناسب جگہ پر خرچ کرنے کی عادت پیدا ہوجائے۔یعنی نہ تو وہ ضرورت کے وقت خرچ کرنے سے دریغ کریں اور نہ ہی ہاتھ کو اتنا کھول دیں کہ اپنا مال بے دریغ خرچ کر کے مفلس اور دوسروں کے دستِ نگر بن جائیں۔اگر انسان کے اندر دوسرے معاملات کی طرح مالی معاملات میں میانہ روی کی عادت پیدا ہوجائے تو وہ نیکی کے کاموں میں بہتر طور پر شامل ہوکر اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے مواقع سے بار بار فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:وَلَا تَجۡعَلۡ یَدَکَ مَغۡلُوۡلَۃً اِلٰی عُنُقِکَ وَلَا تَبۡسُطۡہَا کُلَّ الۡبَسۡطِ فَتَقۡعُدَ مَلُوۡمًا مَّحۡسُوۡرًا (بنی اسرائیل:30)''اور اپنی مُٹھی (بخل کے ساتھ) بھنیچتے ہوئے گردن سے نہ لگالے اور نہ ہی اُسے پُورے کا پُورا کھول دے کہ اس کے نتیجہ میں تُو ملامت زدہ (اور) حسرت زدہ ہو کر بیٹھ رہے۔''

بچوں کی حوصلہ افزائی

ہر انسان میں یہ فطری جذبہ پایا جاتا ہے کہ وہ جو اچھا کام کرے اُس کی تعریف ہو اور اُس کے کام کو سراہا جائے۔بچوں کو خاص طور پر ماں باپ اور بڑوں کی طرف سے حوصلہ افزائی کی بہت ضرورت ہوتی ہے۔اُن کی چھوٹی چھوٹی خوشیوں میں شامل ہونا، اُن کی چھوٹی بڑی کامیابی پر اُن کو سراہنا اور اُن کے جذبات کی قدر کرنے سے اُن کے اندر خود اعتادی پیدا ہوتی ہے اور وہ نئی امنگ اور دلی جوش کے ساتھ مزید آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔اسی طرح ماں باپ کے مثبت طرزِعمل سے بچوں کے اندر ایک غیرت پیدا ہوتی ہے اور وہ کوشش کرتے ہیں کہ اُن کی طرف سے کوئی بھی ایسی حرکت نہ ہو جو والدین کے لیے تکلیف کا باعث ہو۔جیسا کہ پہلے ذکر ہوا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام بچوں کو اُن کی عمر کے مطابق سبق آموز کہانیاں سنایا کرتے تھے۔اسی طرح جب بچے آپؑ سے کوئی کہانی سنتے تو وہ بھی اپنی سمجھ کے مطابق آپ کو کہانیاں سنانا شروع کر دیتے تھے۔چنانچہ حضور علیہ السلام بچوں کی دلداری اور تربیت کی خاطر اُن کی بے ربط کہانیاں بھی بڑی دلچسپی سے سناکرتے تھے۔حضرت مخدوم الملۃ مولانا مولوی نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:''بارہا میں نے دیکھا ہے کہ اپنے اور دوسرے بچے آپ کی چارپائی پر بیٹھے ہیں اور آپ کو مضطر کر کے پائنتی پر بٹھا دیا ہے۔اور اپنے بچپنے کی بولی میں مینڈک اور کوّے چڑیا کی کہانی سنا رہے ہیں اور گھنٹوں سنائے جارہے ہیں اور حضرت ہیں کہ بڑے مزے سے سنے جا رہے ہیں۔گویا کوئی مثنوی مُلّائے روم سنا رہا ہے۔''

(حیات احمد جلد اوّل حصہ دوم صفحہ 244-243۔ ناشر نظارت اشاعت صدر انجمن احمدیہ ربوہ)

بچوں کی خوشیوں کا خیال رکھنا

جہاں بچوں کی اچھی تربیت اور اُن کی صحت کا خیال رکھنا اُن کا حق ہے وہیں اُن کی خوشیوں میں شامل ہونا اور اُن کے لئے تفریح کے مواقع مہیا کرنا بھی اُن کا بنیادی حق ہے۔بچوں کی چھوٹی چھوٹی خوشیوں میں شامل ہونے سے اُن کے ننھے دماغ میں والدین کے لئے محبت کے جذبات پروان چڑھتے ہیں اور اُن کے دل میں والدین کی عزت وتکریم میں اضافہ ہوتا ہے اور اُن کے دلوں میں یہ بات راسخ ہوجاتی ہے کہ والدین سے بڑھ کر اُنہیں چاہنے والا اور اُن کا خیال رکھنے والا اور کوئی نہیں۔ اس طرح بچپن سے ہی وہ والدین کے دوست بن جاتے ہیں اور عمر کے ساتھ اس تعلق اور محبت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔اس طرح وہ زندگی کے ہر معاملہ میں والدین کی رہنمائی کو اہمیت دیتے ہیں۔پس اس دوستی اور تعلق کی وجہ سے والدین کے لیے یہ آسانی پیدا ہوجاتی ہے کہ وہ ہر اہم موقع پر اپنے بچوں کی مناسب رہنمائی کرسکیں۔رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ بھی بچوں کی چھوٹی چھوٹی خوشیوں کا خاص خیال فرمایا کرتے۔حضرت ابو قتادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ نماز پڑھ رہے تھے اور امامہؓ کو جو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ اور حضرت ابو العاصؓ بن ربیع کی بیٹی تھیں اُٹھائے ہوئے تھے۔پس جب آپ کھڑے ہوتے تو اسے اٹھا لیتے اور جب سجدہ کرتے تو اُسے بٹھا دیتے۔

(صحیح مسلم کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ۔بَاب جَوَازِ حَمۡلِ الصِّبۡیَانِ فِی الصَّلَاۃِ۔حدیث:۸۳٦)

اسی طرح ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے، کچھ دیہاتی آنحضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے کہا: کیا آپ لوگ اپنے بچوں کو چومتے ہیں؟ صحابہ نے کہا:ہاں۔ انہوں نے کہا لیکن اللہ کی قسم! ہم تو اپنے بچوں کو نہیں چومتے۔ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں سے جذبۂ رحمت سلب کرلیا ہے تو میں کیا کرسکتا ہوں؟

(سنن ابن ماجہ۔أَبۡوَابُ الۡاَدَبِ۔بَابُ بِرِّ الۡوَالِدَیۡنِ۔حدیث:۳٦٦۵)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی ذمہ داریوں کو سمجھتے ہوئے اپنے بچوں کی ایسی عمدہ تربیت کی توفیق عطا فرمائے کہ وہ ہر موقع پر والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک ثابت ہوں۔

☆...☆...☆

بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت......از صفحہ 1

پس یہ وہ عظیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنہوں نے خشیۃ اللہ کا عظیم نمونہ ہر آن اپنی اُمّت کے سامنے پیش فرمایا۔ ہر بات دیکھ لیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر عمل دیکھ لیں اس خشیت سے بھرا پڑا ہے۔ خدا تعالیٰ کے خوف سے لرزاں و ترساں ہیں۔ باوجود اس کے کہ خدا تعالیٰ کے مقرب ترین آپ ہیں۔ ان کے ساتھ جڑنے والوں نے بھی رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ کی خوشخبری سنی ہے۔ پس یہ اسوہ حسنہ ہے اور یہ خَشۡیَۃُ اللّٰہ ہے۔ اگر ہم نے اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی اور اس چیز کو اپنایا، اپنے اندر پیدا کیا تو ہم بھی اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کرنے والے بن سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 3 اگست 2012)

ہمیشہ رہنے والی جنت

غریب اور مستحق دل کے مریضوں کی مالی معاونت کے لئے ''نادار مریضان'' کے نام سے ایک مد قائم ہے۔ احباب جماعت اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! کیا میں تمہیں ایک ایسی تجارت پر مطلع کروں جو تمہیں ایک دردناک عذاب سے نجات دے گی؟ تم (جو) اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہو اور اللہ کے راستے میں اپنے اموال اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرتے ہو، یہ تمہارے لئے بہت بہتر ہے اگر تم علم رکھتے ہو۔ وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں ایسی جنتوں میں داخل کر دے گا جن کے دامن میں نہریں بہتی ہیں اور ایسے پاکیزہ گھروں میں بھی جو ہمیشہ رہنے والی جنتوں میں ہیں۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔''

(الصّف 11تا13)

(ایڈمنسٹریٹر طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ)

29 اگست 2020ء		طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	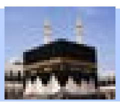	04:45	18:39
مدینہ منورہ	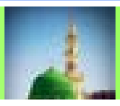	04:41	18:43
قادیان	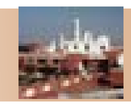	04:37	18:56
ربوہ		04:17	18:36
اسلام آباد ٹلفورڈ		04:42	19:55